ڈاکٹر وجیہ الدین
شعبہ فارسی، مہاراجہ سیاجی راؤیونیورسٹی
بڑودا، گجرات، انڈیا

پروین اعتصامی
(جدید فارسی کی ممتاز شاعرہ)

فتح علی شاہ قاچار (۱۸۳۴-۱۷۹۷ء عیسوی) کے دورۂ حکومت کے بعد ایران اور یورپ کے درمیان تعلقات قائم ہوئے مختلف فنون کے ماہرین اور فوجیوں اور انجینئروں کو دعوت عمل دی گئی اور ان فنون کی تربیت و تعلیم کے لئے مدرسے قائم کئے گئے طلباء وماہرین کو یورپین ممالک بالخصوص فرانس وار انگلستان بھیجنے کا رواج ہوا۔ امراء کے بچے، شاہزادے اور اعلیٰ طبقہ کے افراد فرانسیسی اور انگریزی ادب سے واقف ہوئے۔ رومانی اور داستانی کتابوں سے لیکر علمی، فنی اور فوجی کتابوں کے فارسی میں ترجمے کئے جانے لگے۔ اسی مدت میں مرزا محمد تقی خاں امیر کبیر نے ۱۲۶۸ ہجری میں مدرسہ دارالفنون کا افتتاح کیا اس کے ذریعہ ایرانیوں کو جدید علوم سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ رفتہ رفتہ روزناموں کی اشاعت کا بھی رواج ہوا۔ ایرانی مصلحوں کی جماعتوں کے افراد ایران سے باہر اور ایران میں اپنے سیاسی اور اجتماعی نظریات سادہ اور عام فہم زبان میں قلمبند کرنے لگے علمی وفنی اور درسی کتابوں کو عصری تقاضوں کے مطابق جدید طرز پر لکھنے کی ضرورت محسوس کی جانے لگی اسی زمانے میں مشروطیت کی تحریک بھی اٹھی اور لوگوں میں ہیجان برپا ہو گیا۔ مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والی جماعتیں جدید کتابوں کے مطالعہ میں سرگرم ہو گئیں اور یورپین افکار وعقائد سے اپنے ربط کے استحکام کے لئے کوشاں ہو گئے ایران میں چھپائی کے رواج کی وجہ سے مختلف افکار اور ادبی آثار سے لوگ بخوبی واقف ہو گئے تھے۔[۱]

اسی افراتفری کے عالم میں مشروطیت کا انقلاب شروع ہوا برملا تقریریں اور جلسے کئے جانے لگے متواتر اخباروں کی اشاعت ہونے لگی۔ نئے مدرسے قائم کئے گئے۔ یورپین زبانیں سیکھی جانے لگیں۔

پڑھے لکھے لوگوں کے لئے مغربی ادب سے واقفیت حاصل کرنا ضروری سمجھا جانے لگا۔ فکر و عقیدہ میں زبردست تبدیلی پیدا ہوگئی اب دربار اور امیروں کی جماعتوں سے نکل کر ادب عوام میں مقبولیت حاصل کرنے لگا۔[۲] اسی ارتقاء کا نتیجہ یہ ہوا کہ لکھنے کی روش میں تغیر و تبدیلی کے آثار نظر آنے لگے۔ فکر و عقیدہ میں زبردست تبدیلی کی بناپر نظم و نثر میں نئی فکر سے کام لیا جانے لگا، سادہ اور ہر قسم کی آرائش سے عاری طرز نگارش کا رواج ہوا۔ مختلف قسم کے ادبی اصناف مثلاً داستان ڈرامے اور اجتماعی واخلاقی وسیاسی اور علمی وادبی مباحث اور تاریخی وادبی تحقیقات وغیرہ کا فارسی زبان میں رواج ہوا جس میں یورپی ادبی شاہکاروں کے فارسی ترجموں نے اہم رول ادا کیا۔ مصنفین کی زبان میں بھی بتدریج تبدیلی ہوئی اور عام بول چال کو تحریر میں استعمال کیا جانے لگا۔ نئی تراکیب اور نئے نئے الفاظ فارسی زبان میں شامل ہوئے جن میں سے بیشتر یورپین اور کچھ ترکی استانبولی کے تھے۔ نئے نئے خیال جدید افکار اور تازہ اصطلاحیں وجود میں آئیں۔ فارسی نظم و نثر میں کچھ وجوہ کے سبب تنزل بھی پیدا ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ جنھیں نظم و نثر لکھنے پر قدرت نہ تھی۔ بلکہ وہ تصنیف اور شاعری کے ابتدائی اصولوں تک سے بے بہرہ تھے شعراء و مصنفین کی صف میں زبردستی داخل ہوگئے۔[۳]

بیسوی صدی کی ابتداء میں مشروطیت کے بعد جن ایرانی خواتین نے شاعری کی ان میں پروین اعتصامی کا مقام سب سے زیادہ بلند ہے۔ پروین اعتصامی مشہور و معروف مترجم اور صحافی میرزا یوسف خاں اعتصام الملک کی صاحبزادی تھیں۔ اعتصام الملک مشہور ادبی مجلہ 'بہار' کے مدیر تھے۔ انھوں نے فرانسیسی اور عربی کی متعدد کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ اس وجہ سے وہ ادبی حلقہ میں کافی مقبول تھے۔[۴]

پروین ۱۹۰۷ء / ۱۲۸۵ شمسی میں تبریز میں پیدا ہوئیں عمر کا بیشتر حصہ تہران میں گزارا۔ پروین نے فارسی اور عربی زبان وادب کی تعلیم اپنے والد اعتصام الملک سے حاصل کی اور جدید تعلیم تہران کے امریکن گرلز کالج سے حاصل کی ۱۹۲۴ء میں وہاں سے فارغ التحصیل ہوئیں۔[۵]

پروین نے بچپن ہی سے شاعری کے میدان میں قدم رکھا تھا ان کے اشعار پہلی دفعہ ان کے والد کی نگرانی میں 'بہار' مجلہ کی جلد دوم میں شائع ہوئے۔[۶] ۱۹۳۴ء میں ان کی شادی قریب کے ایک عزیز سے ہوئی لیکن یہ رشتہ دیرپا ثابت نہ ہوا اور ڈھائی ماہ کے قلیل عرصہ میں نوبت طلاق تک پہنچی اس

واقعہ کی طرف پروین نے مندرجہ ذیل قطعہ میں اشارہ بھی کیا ہے۔

ای گل توز جمعیت گلزار چہ دیدی
جز سرزنش وبدسری خار چہ دیدی
ای لعل دل افروز، تو با انہمہ پرتو
جز مشتری سفلہ، ببازار چہ دیدی
رفتی بہ چمن، لیک قفس گشت نصیب
غیراز قفس، ای مرغ گرفتار چہ دیدی [۷]

اپنے دور کی سب سے مقبول شاعرہ کا انتقال صرف ۳۴ سال کی عمر میں، شنبہ ۱۶ فروردین ۱۳۲۰ شمسی کی رات کو تہران میں ہوا اور شہر قم میں ان کے والد کی قبر کے برابر میں ان کو سپرد خاک کیا گیا۔ [۸]

پروین اعتصامی نے قصائد قدماء کی طرز پر لکھے۔ انھوں نے خاص طور سے ناصر خسرو کے قصائد کی پیروی کی ہے عموماً اخلاقی اور عرفانی مضامین کو پیش کیا ہے۔ [۹] بعض ابیات سعدی وحافظ کی شیریں زبانی کی یاد دلاتی ہیں۔

انھوں نے اپنے اشعار میں پند واندرز اور مکارم اخلاق پر زور دیا ہے اور عارف وفلسفی کی نظر سے دنیا کی حقیقت کو دیکھا ہے ستمزدہ اور آزردہ لوگوں کو تسلی بھی دی ہے۔ [۱۰] اور اسی پیرایہ میں انہوں نے اپنے دور کے ایران کے سیاسی اور سماجی واقعات پر تبصرہ بھی کیا ہے وہ صرف تبصرہ کی حد تک ہی گئیں ہیں اور انہوں نے شاعری میں سماجی اور سیاسی تبلیغ سے گریز کیا ہے۔ [۱۱]

قصائد اور قطعات کا طرز بیان جدا جدا ہے قطعات اور مثنویوں میں مناظرہ کے اصول کو اپنایا ہے جو کہ فارسی شاعری کا ایک روایتی اسلوب ہے۔

خیالات کو اشخاص واشیاء کی زبان سے مکالمہ کے ذریعہ پیش کیا ہے۔ یہ طریقہ قدما کے یہاں خاص کر شمال وغرب کے ادباء کا تھا۔ اور پہلوی ادب میں اسلام سے قبل بھی مناظرہ کا طریقہ رائج تھا۔ اسلام آنے کے بعد مناظرہ آذربائیجان اور عراق کے شعراء کا خاصہ تھا۔ [۱۲]

پروین کے قطعات میں مطالب وبیان تاثرات معنوی اور افکار مکمل طور پر جدید ہیں۔ پروین

اعتصامی کی شہرت کی وجہ ان کا سہل ممتنع ہے انہوں نے حکمت واخلاق کے علاوہ سماج کے بہترین موضوعات کو سادگی وزیبائی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جس کو ہر طبقہ کا آدمی چاہے عارف ہو یا عامی آسانی سے سمجھتا ہے اور اس سے متاثر ہوتا ہے[۱۳] یہی وجہ ہے کہ پروین کو ایک عوامی شاعرہ کا درجہ دیا جاتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے ان کے مجموعہ کلام کو ایران میں بارہا چھاپا گیا ہے۔

پروین اعتصامی کی ایک اہم خصوصیت جس کا اظہار مختلف شکلوں میں ان کی شاعری میں پایا جاتا ہے وہ غریبوں اور ناداروں کی حالت زار کا احساس ہے۔ ان کے بیان وفکر میں جذبے کی صداقت پائی جاتی ہے وہ کبھی مفلس اور یتیم بچے کی زبان سے سماجی اختلافات کا شکوہ کرتی ہیں مثلاً ان کے قطعے "قلب مجروح" کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

دی کودکی بدامن مادر گریست زار
کز کودکان کوی بمن کس نظر نداشت

طفلی سراز پہلوی خود بیگناہ راند
آن تیر طعنہ زخم کم از نیشتر نداشت

اطفال را بصحبت من، از چہ میل نیست
کودک مگر نبود، کسی کو پدر نداشت

امروز ، اوستاد بدرسم نگہ نکرد
مانا کہ رنج وسعی فقیران، ثمر نداشت

دیروز ، درمیانۂ بازی زکودکان
آن شاہ شد کہ جامہ خلقان ببر نداشت

من درخیال موزہ، بسی اشک ریختم
این اشک وآرزوزچہ ہرگز اثر نداشت

جز من میان این گل وباران کسی نبود
کوموزہ ای بپاو کلاہی بسر نداشت

آخر تفاوت من وطفلان شہر چیست
آئین کودکی، رہ ورسم دگر نداشت
هرگز درون مطبخ ماهیزی نسوخته
وین شمع، روشنائی ازین بیشتر نداشت
همسایگان ماہرہ ومرغ میخورند
کس جز من وتو قوت زخون جگر نداشت
بروصله های پیرہنم خنده می کنند
دینارودرہمی، پدرمن مگر نداشت[14]

اپنے دوسرے قطعہ "صاعقه ما، ستم اغنیاست" میں وہ پسماندہ طبقوں کے حقوق کی ترجمانی کرتی ہیں۔

پیر جهاندیده بخندید کاین
قصه زور است، نه کار قضاست
مردمی وعدل ومساوات نیست
زان ستم وجور وتعدی رواست
گشته حق کارگران پایمال
برصفت غله که در آسیاست
هیچکسی پاس نگهدار نیست
این لغت از دفتر امکان جداست
پیش که مظلوم بردداوری
فکر بزرگان، همه آزو هو است
انجمن آنجاکه مجازی بود
گفته حق راچه ثبات وبقاست

رشوه نه مارا که بقاضی دهیم
خدمت این قوم به روی وریاست
نبض تهی دست نگیرد طبیب
درد فقیر ای پسرک بی دواست
ما فقرا، از همه بیگانه ایم
مرد غنی، باهمه کس آشناست
بار خود از آب برون میکشد
هر کس، اگر پیرو گر پیشواست
مردم این محکمه اهر یمنند
دولت حکام، زغصب وریاست
آنکه سحر، حامی شرع است ودین
اشک یتیمانش گه شب غذاست
لاشه خور انند وبه آلودگی
پنجه آلوده ایشان گواست
خون لبی پیرزنان خورده است
آنکه بچشم من وتو پارساست
خوابگه آنرا که سمور وخزاست
کی غم سرمای زمستان ماست
هر که پشیزی بگدائی دهد
درطلب دنیت عمری دعاست
تیره دلان راچه غم از تیرگیست
بی خبران راچه خبر از خداست[۱۵]

پروین اعتصامی نے ایسے اشعار بھی کہے ہیں جن میں سماجی ظلم و ستم کی طرف اشارہ ملتا ہے مثال کے طور پر "گنج ایمن" قطعہ کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

بروگذشت حکیمی وگفت کای فرزند
مبرہن است کہ مثل تو پادشاہی نیست

ہنوز روح توز آلایش بدن پاکست
ہنوز قلب تو رانیت تباہی نیست

ترا بس است ہمین برتری کہ بردرتو
بساط ظلمی وفریاد داد خواہی نیست

تو مال خلق خدا را نکردہ ای تاراج
غذا و آتشت از خون واشک و آہی نیست

ترا فرشتہ بود رہنمون وشاہا ترا
بغیر آہرمن نفس، پیر راہی نیست

طلا خدا و طمع مسلک وطریقت شر
جز آستانہ پندار، سجدہ گاہی نیست

قنات مال یتیم است وباغ ملک صغیر
تمام حاصل ظلم است مال وجاہی نیست[16]

پروین اعتصامی کے دیوان میں قصائد، مثنویات، تمثیلات اور مقطعات شامل ہیں۔ بقول ملک الشعراء پروین کے دیوان کی روح ان کے قطعات ہیں۔ ایرانی سماج نے پروین کے کلام کو اس لئے بھی بہت اہمیت دی ہے کہ اس شاعرہ نے جو کچھ کہا ہے اس کی متانت قابل ذکر ہے اس میں بعض ایسے مسائل سے بھی بحث کی ہے جو خاص نسوانی ہیں۔ یہاں بھی وہ عفت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیتیں۔ نسوانی وقار اس کی شاعری کا خاصہ ہے اس کے برخلاف بعد کی ایک دوسری معروف شاعرہ فروغ فرخزاد نے عورتوں سے متعلق جو کچھ بے ملا کہا ہے۔ جسے ایرانی سماج کے ایک حصہ نے قبول کیا ہے اور دوسرے نے ناپسندیدگی سے دیکھا ہے

لیکن پروین اعتصامی کا کلام تمام ایرانی سماج کی توجہ کا مرکز رہا ہے اور اس کی وجہ اس کے بیان کی پاکیزگی ہے یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ پروین اعتصامی آج کافی عرصہ گزرنے کے بعد بھی ایران میں احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اور ان کا کلام انقلاب اسلامی کے بعد بھی متر و د نہیں۔

منابع

۱۔ ذبیح اللہ صفا، مختصری در تاریخ تحول نظم و نثر پارسی، چاپ چہاردہم، ۱۳۷۳ شمسی، ایران، صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۳

۲۔ ایضاً صفحہ ۱۰۳

۳۔ ایضاً صفحہ ۱۰۳

۴۔ منیب الرحمن، جدید فارسی شاعری، اشاعت اول، ۱۹۵۹ء، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، صفحہ ۴۸

۵۔ ایضاً

۶۔ سید عبدالحمید خلخالی، تذکرہ شعرای معاصر ایران، ۱۳۳۳، تہران، صفحہ ۶۷۔ ویان ریکا، ہسٹری آف ایرانین لٹریچر، ہولینڈ، ۱۹۶۸ء صفحہ ۳۸۷

۷۔ دیوان پروین اعتصامی، چاپ پنجم، تہران، ۱۳۴۱ شمسی، صفحہ ۲۶۸

۸۔ دیوان پروین اعتصامی، صفحہ ۲۷۳ (حاشیہ)

۹۔ سید عبدالحمید خلخالی، تذکرہ شعرای معاصر ایران، صفحہ ۶۶

۱۰۔ دیوان پروین اعتصامی (دیباجہ چاپ اول از ملک الشعراء بہار صفحہ ح۔ط

۱۱۔ یان ریکا ہسٹری آف ایرانین لٹریچر، صفحہ ۳۸۷

۱۲۔ دیوان پروین اعتصامی (دیباجہ چاپ اول از ملک الشعراء بہار) صفحہ ط

۱۳۔ سید عبدالحمید خلخالی، تذکرہ شعرای معاصر ایران، صفحہ ۶۶

۱۴۔ دیوان پروین اعتصامی، صفحہ ۱۹۴

۱۵۔ ایضاً صفحہ ۱۷۴

۱۶۔ ایضاً، صفحہ ۲۲۸ تا ۲۲۹